ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

AIOU LIBRARY
aioulibrary.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 411

Program: B.A. / Associate Degree

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کورس: عمرانیات-I(411) • سطح: بی اے / ایسوسی ایٹ ڈگری

سمسٹر: خزاں2026

امتحانی مشق نمبر 1 (یونٹ1تا4)

کل نمبر: 100 • کامیابی کے نمبر بی اے: 50% کامیابی کے نمبر ایسوسی ایٹ ڈگری: 50

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

(مطالعہ وحوالہ کے لیے)

AIOU LIBRARY aioulibrary.com

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ اسے پڑھ کر مضمون کو سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں، اپنے تجربے اور مشاہدے کی روشنی میں تحریر کریں۔ ہو بہو نقل کرنا تعلیمی دیانت کے خلاف ہے۔

سوال نمبر1: عمرانیات بطور سائنسی علم اور روزمرہ زندگی کے مسائل(20نمبر)

سوال نمبر1: عمرانیات کو ایک سائنسی علم کے طور پر بیان کریں اور واضح کریں کہ یہ علم روزمرہ زندگی کے مسائل کو سمجھنے اور حل کرنے میں کس طرح مدد فراہم کرتا ہے۔

(20)

تعارف

عمرانیات (Sociology) وہ علم ہے جو انسانی معاشرے، سماجی تعلقات، اداروں، گروہوں اور رویوں کا منظم مطالعہ کرتا ہے۔ اس اصطلاح کو سب سے پہلے فرانسیسی مفکر آگسٹ کومٹ (Auguste Comte) نے 1839ء میں استعمال کیا، اسی لیے انہیں عمرانیات کا بانی کہا جاتا ہے۔ کومٹ کا خیال تھا کہ جس طرح طبیعیات اور حیاتیات اپنے اپنے مظاہر کا سائنسی مطالعہ کرتی ہیں، اسی طرح معاشرے کا بھی سائنسی مطالعہ ممکن اور ضروری ہے۔ بعد ازاں ایمل ڈرخائم، میکس ویبر اور کارل مارکس جیسے مفکرین نے اس علم کو باقاعدہ سائنسی بنیادیں فراہم کیں۔ عمرانیات کی اہمیت صرف کتابی نہیں ہے، یہ ہمارے روزمرہ زندگی سے گہرے طور پر جڑی ہوئی ہے، کیونکہ ہم جو کچھ بھی کرتے ہیں — خاندان میں رہنا، تعلیم حاصل کرنا، روزگار کرنا، مذہبی رسومات ادا کرنا — وہ سب سماجی تناظر ہی میں ہوتا ہے۔

اس جواب میں پہلے یہ واضح کیا جائے گا کہ عمرانیات کو سائنسی علم کیوں کہا جاتا ہے، اس کے سائنسی طریقہ کار کے مراحل کیا ہیں، اور پھر یہ بیان کیا جائے گا کہ یہ علم غربت، جہالت، جرائم، آبادی اور خاندانی تنازعات جیسے روزمرہ مسائل کو سمجھنے اور ان کے حل کی راہیں تلاش کرنے میں کس طرح ہماری مدد کرتا ہے۔

عمرانیات کی تعریف اور سائنسی حیثیت

ڈرخائم کے نزدیک عمرانیات سماجی حقائق (Social Facts) کا مطالعہ ہے — یعنی وہ طرزِ عمل، عقائد اور اقدار جو فرد سے باہر موجود ہوتی ہیں اور اس کے رویے پر اثرانداز ہوتی ہیں۔ میکس ویبر نے عمرانیات کو سماجی عمل (Action Social) کی تشریحی تفہیم کا علم قرار دیا۔ ان تعریفوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ عمرانیات کا موضوع کوئی خیالی یا ماورائی شے نہیں بلکہ قابلِ مشاہدہ انسانی رویہ اور معاشرتی نظام ہے۔ کسی علم کو سائنسی کہنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کا مطالعہ مشاہدے، تجربے، درجہ بندی، تجزیے اور عمومی اصولوں کی تشکیل پر مبنی ہو۔ عمرانیات ان تمام شرائط کو بڑی حد تک پورا کرتی ہے، اسی لیے اسے سماجی سائنسوں میں مرکزی مقام حاصل ہے۔

عمرانیات کی سائنسی حیثیت کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ اس کے نتائج کو جانچا اور پرکھا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر ایک ماہرِ عمرانیات یہ دعویٰ کرے کہ تعلیم یافتہ خاندانوں میں بچوں کی تعداد نسبتاً کم ہوتی ہے تو اس دعوے کو مردم شماری اور سروے کے اعداد و شمار سے پرکھا جا سکتا ہے۔ اسی طرح خودکشی جیسے بظاہر انفرادی عمل پر ڈرخائم نے اعداد و

شمار کی بنیاد پر یہ ثابت کیا کہ اس کی شرحیں معاشروں اور گروہوں کے لحاظ سے باقاعدہ نمونے رکھتی ہیں۔ یہی پیش گوئی اور تصدیق کی صلاحیت عمرانیات کو محض رائے یا اندازے سے بلند کر کے سائنس کے دائرے میں لے آتی ہے۔

عمرانیات کا سائنسی طریقہ کار

عمرانیات میں تحقیق کے وہی بنیادی مراحل اختیار کیے جاتے ہیں جو دیگر سائنسوں میں رائج ہیں۔ سب سے پہلے مسئلے کا انتخاب اور اس کی واضح تعریف کی جاتی ہے، پھر متعلقہ لٹریچر کا جائزہ لے کر مفروضہ (Hypothesis) قائم کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد مشاہدہ، انٹرویو، سوالنامہ، کیس اسٹڈی اور ثانوی اعداد و شمار جیسے ذرائع سے مواد اکٹھا کیا جاتا ہے۔ اکٹھے کیے گئے مواد کی درجہ بندی اور جدول بندی کے بعد اس کا تجزیہ کیا جاتا ہے اور آخر میں نتائج اخذ کر کے عمومی اصول یا نظریہ پیش کیا جاتا ہے۔ اگر بعد کی تحقیقات ان نتائج کی تصدیق نہ کریں تو نظریے میں ترمیم کر لی جاتی ہے — یہی کھلے ذہن کی تجدید سائنسی رویے کی پہچان ہے۔

- مشاہدہ: سماجی مظاہر کو تعصب سے پاک ہو کر براہِ راست دیکھنا اور نوٹ کرنا۔
- تجربہ اور موازنہ: مختلف معاشروں یا گروہوں کا موازنہ کر کے اسباب و نتائج تلاش کرنا۔
- معروضیت: ذاتی پسند و ناپسند اور عقائد کو تحقیق سے الگ رکھنا، جسے ویبر نے قدر سے آزادی (Value Freedom) کہا۔
- عمومیت: انفرادی واقعات کے بجائے اجتماعی نمونوں اور رجحانات کا مطالعہ کرنا۔
- تصدیق پذیری: نتائج کو دوسرے محققین کے لیے قابلِ جانچ رکھنا۔

البتہ یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ عمرانیات طبیعی سائنسوں جیسی مکمل درستگی حاصل نہیں کر سکتی، کیونکہ اس کا موضوع انسان ہے جس کا رویہ بدلتا رہتا ہے اور جسے لیبارٹری میں بند نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے باوجود اس کے طریقے سائنسی ہیں اور اس کے نتائج قابلِ اعتماد ہوتے ہیں؛ اسی لیے اسے نرم سائنس (Soft Science) کہا جاتا ہے، لیکن سائنس ہونے سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

روزمرہ مسائل کو سمجھنے میں عمرانیات کی مدد

عمرانیات سب سے پہلے ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ بظاہر انفرادی مسائل درحقیقت معاشرتی مسائل ہوتے ہیں۔ امریکی ماہرِ عمرانیات سی۔ رائٹ ملز (Wright Mills .C) نے اسے سماجی تخیل (Sociological Imagination) کا نام دیا۔ جب ایک شخص بے روزگار ہو تو یہ اس کا ذاتی مسئلہ ہے، لیکن جب لاکھوں لوگ بے روزگار ہوں تو یہ معاشی نظام اور پالیسیوں کا مسئلہ ہے۔ یہی نقطہ نظر ہمیں مسائل کے اصل اسباب تک پہنچاتا ہے۔ مثال کے طور پر جرم کو صرف مجرم کی بری فطرت کہہ کر مسترد کرنے کے بجائے عمرانیات اس کے پیچھے غربت، ٹوٹے خاندان، بے روزگاری اور خراب ماحول جیسے عوامل تلاش کرتی ہے، اور جب سبب معلوم ہو جائے تو علاج ممکن ہو جاتا ہے۔

اسی طرح عمرانیات خاندانی زندگی میں بھی رہنمائی کرتی ہے۔ طلاق، نسل در نسل اختلاف، بچوں کی تربیت اور بزرگوں کی دیکھ بھال جیسے مسائل کو سمجھنے کے لیے خاندان کے بدلتے ہوئے ڈھانچے کو جاننا ضروری ہے۔ صحت کے میدان میں بھی بیماریوں کے پھیلاؤ، علاج سے گریز اور دیہی و شہری سہولتوں کے فرق جیسے معاملات سماجی عوامل سے جڑے ہوتے ہیں۔ تعلیم کے میدان میں عمرانیات بتاتی ہے کہ اسکول چھوڑنے کی شرح کن علاقوں اور طبقوں میں زیادہ ہے اور کیوں، تاکہ پالیسی درست سمت میں بنائی جا سکے۔ یوں عمرانیات ہر اس شعبے میں کام آتی ہے جہاں انسان اور معاشرہ آپس میں ملتے ہیں۔

مسائل کے حل میں عمرانیات کا عملی کردار

مسئلے کو سمجھنا آدھا حل ہوتا ہے؛ عمرانیات باقی آدھے میں بھی مدد دیتی ہے۔ حکومتیں اور فلاحی ادارے عمرانیاتی تحقیق کی بنیاد پر پالیسیاں ترتیب دیتے ہیں۔ آبادی پر قابو پانے کے پروگرام، جہیز اور کم عمری کی شادی کے خلاف مہمات، منشیات کے عادی افراد کی بحالی اور جرائم کی روک تھام کے منصوبے — یہ سب تبھی کامیاب ہوتے ہیں جب ان کی بنیاد میں سماجی تحقیق موجود ہو۔ ماہرینِ عمران سماجی سروے کر کے بتاتے ہیں کہ کس علاقے میں کون سا مسئلہ شدید ہے اور عوام کس حل کو قبول کریں گے، یوں وسائل ضائع نہیں ہوتے۔

انفرادی سطح پر بھی عمرانیات انسان کو باشعور شہری بناتی ہے۔ یہ ہمیں دوسروں کے نقطہ نظر سے دیکھنا، تعصب اور فرقہ واریت سے بچنا اور اختلاف کو پرامن طریقے سے حل کرنا سکھاتی ہے۔ جو شخص سماجی رویوں کو سمجھتا ہے وہ دفتر، بازار اور گھر ہر جگہ بہتر تعلقات قائم کرتا ہے۔ اس لحاظ سے عمرانیات محض ایک مضمون نہیں بلکہ زندگی گزارنے کی ایک بصیرت ہے جو فرد کو معاشرے کا ذمہ دار اور مفید رکن بناتی ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ کہ عمرانیات ایک سائنسی علم ہے کیونکہ یہ مشاہدے، مفروضے، مواد کے اکٹھا کرنے، تجزیے اور تصدیق پذیری جیسے سائنسی مراحل پر عمل کرتی ہے اور سماجی زندگی کے عمومی اصول دریافت کرتی ہے۔ اگرچہ انسانی رویے کی پیچیدگی کے باعث اس کے نتائج طبیعی علوم جیسی قطعی درستگی نہیں رکھتے، پھر بھی اس کا طریقہ کار سائنسی اور نتائج قابلِ بھروسہ ہیں۔ روزمرہ زندگی میں یہ علم ہمیں مسائل کو انفرادی ناکامی کے بجائے معاشرتی تناظر میں دیکھنے کی صلاحیت دیتا ہے، ان کے اصل اسباب تک پہنچاتا ہے اور پالیسی سازوں اور عام شہریوں دونوں کو موزوں حل تلاش کرنے میں مدد دیتا ہے۔ اسی لیے جدید دور میں عمرانیات کی تعلیم ہر باشعور انسان کے لیے ناگزیر سمجھی جاتی ہے۔

AIOU LIBRARY aioulibrary.com

سوال نمبر 2: معاشرتی حقیقت اور انفرادی ادراک (20 نمبر)

سوال نمبر 2: معاشرتی حقیقت (Social Reality) اور انفرادی ادراک (Perception) کے درمیان تعلق پر بحث کریں۔ کیا حقیقت ہمیشہ معروضی ہوتی ہے یا اس میں ثقافتی اثرات شامل ہوتے ہیں؟ (20)

تعارف

انسان دنیا کو جیسا دیکھتا ہے ویسا ہی سمجھتا ہے، مگر سوال یہ ہے کہ کیا دنیا واقعی ویسی ہی ہے جیسی ہمیں نظر آتی ہے؟ معاشرتی حقیقت سے مراد وہ سماجی دنیا ہے جس میں ہم رہتے ہیں — ہمارے ادارے، رسم و رواج، اقدار، تعلقات اور روزمرہ کے معمولات۔ دوسری طرف ادراک وہ ذہنی عمل ہے جس کے ذریعے فرد اپنے حواس سے ملنے والی معلومات

کو منظم کر کے ان کی تعبیر کرتا ہے۔ عمرانیات میں یہ بحث بنیادی اہمیت رکھتی ہے کہ فرد کی نظر میں حقیقت اور اصل سماجی حقیقت میں کیا تعلق ہے، اور اس تعلق میں ثقافت، زبان، مذہب اور تجربہ کس حد تک دخل انداز ہوتے ہیں۔

اس جواب میں پہلے معاشرتی حقیقت اور ادراک کے مفاہیم واضح کیے جائیں گے، پھر دونوں کے باہمی تعلق کا جائزہ لیا جائے گا، اور آخر میں اس سوال پر بحث کی جائے گی کہ آیا حقیقت مکمل معروضی (Objective) ہوتی ہے یا اس کی تشکیل میں ثقافتی اثرات بھی شامل ہوتے ہیں۔

معاشرتی حقیقت کا مفہوم

ڈرخائم نے سماجی حقائق کو فرد سے ماورا اور اس پر دباؤ ڈالنے والی حقیقتیں قرار دیا۔ قانون، اخلاقی ضابطے، مذہبی عقائد اور زبان — یہ سب کسی ایک فرد کی ایجاد نہیں ہیں؛ یہ اس کی پیدائش سے پہلے موجود تھے اور اس کے بعد بھی رہیں گے۔ اس لحاظ سے معاشرتی حقیقت ایک معروضی وجود رکھتی ہے۔ روپیہ پیسہ، نکاح کا ادارہ یا ٹریفک کے قوانین اس لیے حقیقت ہیں کہ معاشرہ انہیں تسلیم کرتا ہے۔ دوسری طرف برگر اور لکمین (Berger and Luckmann) نے اپنی کتاب میں لکھا کہ حقیقت سماجی طور پر تعمیر (Social Construction) ہوتی ہے: انسان اپنے تفاعل سے معانی بناتے ہیں، پھر وہی معانی اگلی نسلوں کے لیے ٹھوس حقیقت بن جاتے ہیں۔

معاشرتی حقیقت کی دو سطحیں سمجھنا ضروری ہے۔ ایک وہ سطح جو مادی اور ادارہ جاتی ہے، جیسے عمارتیں، سڑکیں، قوانین اور تنظیمیں؛ دوسری وہ سطح جو ذہنی اور علامتی ہے، جیسے اقدار، عقائد، شناخت اور وقار کے تصورات۔ دونوں سطحیں ایک دوسرے کو متاثر کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر جھنڈا کپڑے کا ایک ٹکڑا ہے، مگر اس سے وابستہ جذبات اسے قومی وقار کی علامت بنا دیتے ہیں۔ اسی لیے معاشرتی حقیقت کو صرف آنکھوں سے دیکھی جانے والی چیزوں تک محدود نہیں رکھا جا سکتا۔

ادراک کا مفہوم اور اس کے مراحل

ادراک (Perception) وہ عمل ہے جس میں دماغ حواسِ خمسہ سے موصول ہونے والے تاثرات کو منتخب کرتا ہے، منظم کرتا ہے اور ان کی تعبیر کر کے انہیں بامعنی بناتا ہے۔ یہ عمل محض عکس بندی نہیں ہے؛ دو افراد ایک ہی منظر دیکھ کر مختلف نتائج اخذ کر سکتے ہیں۔ ادراک کو متاثر کرنے والے عوامل میں فرد کی گزشتہ تجربات، تعلیم، دلچسپی،

توقعات، جسمانی و ذہنی حالت اور سماجی پس منظر شامل ہیں۔ نفسیات دانوں کے مطابق دماغ غیر متعلقہ معلومات کو نظر انداز کر دیتا ہے اور منتخب معلومات کو اپنے قائم شدہ ذہنی خاکوں (Schemas) میں فٹ کرتا ہے۔

سماجی ادراک میں یہ عمل اور بھی پیچیدہ ہو جاتا ہے کیونکہ یہاں موضوع اشیاء نہیں بلکہ انسان اور ان کے رویے ہوتے ہیں۔ ہم دوسروں کے بارے میں ان کے لباس، زبان، پیشے اور رویے سے رائے قائم کرتے ہیں۔ بعض اوقات یہ رائے درست ہوتی ہے اور بعض اوقات دقیانوسی تصورات (Stereotypes) کی وجہ سے غلط ثابت ہوتی ہے۔ یہی غلط ادراک تعصب، غلط فہمی اور سماجی تنازعات کو جنم دیتا ہے۔

معاشرتی حقیقت اور ادراک کا باہمی تعلق

حقیقت اور ادراک کا تعلق یک طرفہ نہیں بلکہ دو طرفہ ہے۔ ایک طرف معاشرتی حقیقت ہمارے ادراک کو تشکیل دیتی ہے۔ ہم جس زبان، مذہب اور ثقافت میں پروان چڑھتے ہیں، وہ ہمیں بتاتی ہے کہ کس چیز کو اچھا، کس کو برا، کس کو مقدس اور کس کو معمولی سمجھنا ہے۔ سماجیاتی عمل (Socialization) کے ذریعے بچہ اپنے معاشرے کی حقیقت کو اندر جذب کر لیتا ہے۔ دوسری طرف ہمارا ادراک بھی حقیقت کو متاثر کرتا ہے، کیونکہ ہم اپنے سمجھے ہوئے معانی کی بنیاد پر عمل کرتے ہیں اور ہمارے اعمال مل کر سماجی حقیقت کو برقرار رکھتے یا بدلتے ہیں۔ امریکی ماہر ولیم تھامس کا مشہور قول اسی نکتے کو واضح کرتا ہے: اگر لوگ کسی صورتحال کو حقیقی سمجھ لیں تو اس کے نتائج بھی حقیقی ہوتے ہیں۔

مثال کے طور پر اگر کسی محلے کے بارے میں یہ تاثر عام ہو جائے کہ وہاں جرائم زیادہ ہوتے ہیں تو لوگ وہاں رہائش اور سرمایہ کاری سے گریز کریں گے، قیمتیں گر جائیں گی اور محلہ واقعی پسماندہ ہو جائے گا — یعنی ادراک نے حقیقت کو بدل دیا۔ اس کے برعکس مادی حقیقتیں بھی ادراک کو بدلتی ہیں؛ جب لوگ روزگار کے لیے شہروں کی طرف ہجرت کرتے ہیں تو ان کے خاندان، شادی اور روایات کے بارے میں خیالات رفتہ رفتہ بدل جاتے ہیں۔ یوں حقیقت اور ادراک ایک مسلسل چکر میں ایک دوسرے کو تشکیل دیتے رہتے ہیں۔

کیا حقیقت ہمیشہ معروضی ہوتی ہے؟ ثقافتی اثرات کا جائزہ

طبیعی حقیقتوں کے بارے میں معروضیت ممکن ہے: پانی ہر جگہ سو درجے پر ابلتا ہے اور ثقافت اسے نہیں بدل سکتی۔ مگر معاشرتی حقیقت کی بڑی حد ثقافت سے رنگی ہوئی ہے۔ وقت کی پابندی کو ایک ثقافت میں اخلاقی خوبی اور دوسری میں معمولی بات سمجھا جاتا ہے۔ بزرگوں کے ساتھ رہنا ایک معاشرے میں فرض اور دوسرے میں بوجھ تصور ہو سکتا ہے۔ لباس، خوراک، شادی کی رسومات، غم و خوشی کے اظہار کے طریقے — یہ سب ثقافت کے مطابق بدلتے ہیں۔ زبان بھی ادراک کو ڈھالتی ہے؛ جس زبان میں برف کے لیے درجنوں الفاظ ہوں، اس کے بولنے والے برف کی باریکیوں کو زیادہ بہتر طور پر پہچانتے ہیں۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ معاشرتی حقیقت محض وہم ہے۔ بھوک، بیماری، موت اور غربت ہر ثقافت میں تکلیف دہ حقیقتیں ہیں، اور قوانین وادارے فرد کی مرضی کے بغیر اس پر اثرانداز ہوتے ہیں۔ درست مؤقف درمیان کا ہے: معاشرتی حقیقت کی ایک معروضی بنیاد موجود ہے، مگر اس بنیاد کی تعبیر، درجہ بندی اور معنویت ثقافت کے چشمے سے ہوتی ہے۔ اسی لیے ایک ہی واقعہ دو معاشروں میں مختلف معنوں میں سمجھا جا سکتا ہے، جبکہ اس کے عملی نتائج سب کو بھگتنے پڑتے ہیں۔

جدول 1: معروضی حقیقت اور ثقافتی تعبیر کا فرق

پہلو	معروضی بنیاد	ثقافتی تعبیر کی مثال
غذا	انسانی جسم کو غذائیت درکار ہے	کچھ جانور ایک ثقافت میں خوراک، دوسری میں حرام یا ناپسندیدہ
وقت	دن و رات کا قدرتی چکر	وقت کی پابندی کی اہمیت — کہیں سخت، کہیں نرم
خاندان	بچوں کی پرورش کی ضرورت	مشترکہ خاندان یا نیوکلیئر خاندان کی ترجیح
وقار	انسان عزت چاہتا ہے	عزت کا معیار — کہیں دولت، کہیں علم و تقویٰ

نتیجہ

نتیجتاً معاشرتی حقیقت اور انفرادی ادراک لازم و ملزوم ہیں۔ حقیقت ہمارے ادراک کو سماجیاتی عمل، زبان اور ثقافت کے ذریعے ڈھالتی ہے، اور ہمارا ادراک ہمارے اعمال کے ذریعے حقیقت کو برقرار رکھتا یا تبدیل کرتا ہے۔ حقیقت مکمل طور پر نہ معروضی ہے اور نہ ہی مکمل موضوعی؛ اس کی مادی اور ادارہ جاتی بنیاد معروضی ہے، جبکہ اس کے معانی اور تعبیرات پر ثقافتی اثرات گہرے ہوتے ہیں۔ اس دوہرے کردار کو سمجھ لینا دوسری ثقافتوں کے احترام، غلط فہمیوں کے خاتمے اور اپنے تعصبات پر نظر ثانی کا موقع دیتا ہے —اور یہی عمرانیات کی بنیادی تعلیم ہے۔

سوال نمبر 3: معاشرتی تفاعل کے انداز اور انسانی رویوں کی تشکیل (20 نمبر)

سوال نمبر 3: معاشرتی تفاعل (Social Interaction) کے مختلف انداز بیان کریں اور وضاحت کریں کہ یہ انسانی رویوں اور تعلقات کو کیسے تشکیل دیتا ہے۔ (20)

تعارف

معاشرتی تفاعل معاشرتی زندگی کی بنیادی اکائی ہے۔ جب دو یا دو سے زیادہ افراد ایک دوسرے کے رویے کو مدنظر رکھ کر باہم عمل کرتے ہیں تو اسے معاشرتی تفاعل کہتے ہیں۔ سلام کرنا، گفتگو کرنا، تجارت کرنا، استاد کا پڑھانا اور بچوں کا مل کر کھیلنا — یہ سب تفاعل کی صورتیں ہیں۔ انسان کی شخصیت، زبان، اقدار اور عادات سب اسی تفاعل کی پیداوار ہیں؛ جو بچہ انسانی رابطے سے محروم رہ جائے وہ عام انسانی رویے بھی سیکھ نہیں پاتا۔ یہی وجہ ہے کہ ماہرین عمرانیات معاشرے کو سمجھنے کی ابتدا تفاعل کے مطالعے سے کرتے ہیں۔

اس جواب میں تفاعل کی تعریف، اس کے عناصر اور شرائط بیان کرنے کے بعد اس کے مختلف انداز — تعاون، مقابلہ، تصادم، مفاہمت اور امتزاج وغیرہ — تفصیل سے بیان کیے جائیں گے، اور پھر یہ واضح کیا جائے گا کہ یہ انداز انسانی رویوں، شخصیت اور تعلقات کو کس طرح تشکیل دیتے ہیں۔

معاشرتی تفاعل کی تعریف اور عناصر

ماہرین کے مطابق تفاعل ایک ایسا عمل ہے جس میں افراد ایک دوسرے کے ذہنی و جسمانی اعمال کو سمجھ کر اپنے رویے میں تبدیلی لاتے ہیں۔ اس کے لیے کم از کم دو افراد، باہمی رابطہ، مشترک معانی اور علامتیں درکار ہوتی ہیں۔ زبان اس کی سب سے بڑی علامت ہے، مگر اشارے، چہرے کے تاثرات اور جسمانی حرکات بھی پیغام پہنچاتے ہیں؛ اسی لیے تفاعل کو زبانی (Verbal) اور غیر زبانی (Non-verbal) دو بڑی اقسام میں بھی تقسیم کیا جاتا ہے۔ تفاعل براہِ راست بھی ہو سکتا ہے جیسے آمنے سامنے گفتگو، اور بالواسطہ بھی جیسے خط، ٹیلی فون یا سماجی ذرائع ابلاغ کے ذریعے رابطہ۔

تفاعل کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ باہمی (Reciprocal) ہوتا ہے: ایک کا عمل دوسرے کا ردِ عمل بنتا ہے اور دوسرے کا ردِ عمل پہلے کے رویے کو متاثر کرتا ہے۔ اسی تسلسل سے تعلقات بنتے اور بگڑتے ہیں۔ اگر تفاعل میں معانی مشترک نہ ہوں تو غلط فہمی پیدا ہوتی ہے؛ اسی لیے ہر معاشرہ اپنے ارکان کو زبان اور آداب سکھا کر تفاعل کو ممکن اور پُرامن بناتا ہے۔

تفاعل کے مختلف انداز

1۔ تعاون (Cooperation)

تعاون وہ انداز ہے جس میں افراد مشترک مقصد کے حصول کے لیے مل کر کام کرتے ہیں۔ خاندان کی کفالت، ٹیم کا کھیل، فلاحی تنظیموں کی سرگرمیاں اور قومی سانحات میں عوام کا اتحاد تعاون کی مثالیں ہیں۔ تعاون معاشرے کی بقا کے لیے ناگزیر ہے، کیونکہ کوئی فرد تنہا اپنی تمام ضروریات پوری نہیں کر سکتا۔ تعاون براہِ راست بھی ہوتا ہے جب لوگ شعوری طور پر ساتھ کام کریں، اور بالواسطہ بھی جب محنت کی تقسیم کے تحت ہر شخص اپنا کام کر کے اجتماعی نتیجے میں حصہ ڈالے۔

2۔ مقابلہ (Competition)

مقابلہ وہ تفاعل ہے جس میں افراد یا گروہ محدود مقاصد — جیسے ملازمت، انعام، مقام یا کامیابی — کے حصول کے لیے قواعد کے اندر رہ کر کوشش کرتے ہیں۔ امتحان میں طالب علموں کا مقابلہ، کھیلوں کی دوڑ اور کاروباری منڈی میں تاجروں کی مسابقت اس کی مثالیں ہیں۔ صحت مند مقابلہ محنت، صلاحیت اور جدت کو فروغ دیتا ہے، تاہم جب یہ قواعد سے باہر نکل جائے تو تصادم میں بدل سکتا ہے۔ اسی لیے ہر معاشرہ مقابلے کو منظم کرنے کے لیے اصول مقرر کرتا ہے۔

3۔ تصادم (Conflict)

تصادم مقابلے کی وہ شدید صورت ہے جس میں فریقین مقصد حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ حریف کو نقصان پہنچانے یا ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ خاندانی جھگڑے، طبقاتی کشمکش، فرقہ وارانہ تنازعات اور جنگیں تصادم کی مثالیں ہیں۔ اگرچہ تصادم بظاہر منفی دکھائی دیتا ہے، مگر ماہرین کے مطابق یہ بعض اوقات مثبت تبدیلی کا سبب بھی بنتا ہے: ناانصافی کے خلاف جدوجہد سے نئے قوانین اور حقوق وجود میں آتے ہیں۔ تاہم بے لگام تصادم معاشرتی نظام کو تباہ کر دیتا ہے۔

4۔ مفاہمت و سمجھوتہ (Accommodation)

مفاہمت وہ عمل ہے جس سے تصادم میں کمی آتی ہے اور فریقین ایک دوسرے کے ساتھ رہنے کے نئے طریقے اختیار کر لیتے ہیں۔ اس کی صورتوں میں سمجھوتہ (Compromise)، ثالثی (Mediation)، عدالتی فیصلہ اور برداشت شامل ہیں۔ نئے ماحول میں منتقل ہونے والا فرد رفتہ رفتہ وہاں کے طور طریقوں سے ہم آہنگ ہو جاتا ہے — یہ بھی مفاہمت ہی ہے۔ مفاہمت مستقل امن کی ضمانت تو نہیں دیتی، مگر زندگی کو چلنے کے قابل ضرور بناتی ہے۔

5۔امتزاج وانجذاب(Assimilation)

امتزاج مفاہمت سے آگے کا مرحلہ ہے جس میں مختلف گروہ آہستہ آہستہ ایک دوسرے کی ثقافت، اقدار اور طرزِ زندگی اختیار کر کے ایک ہو جاتے ہیں۔ مہاجرین کا نئی سرزمین کی زبان اور رسوم اپنا لینا اس کی مثال ہے۔ اس کے علاوہ تبادلہ (Exchange) بھی تفاعل کا اہم انداز ہے جس میں افراد لین دین کے ذریعے ایک دوسرے سے منسلک ہوتے ہیں؛ بازار کا نظام اور سماجی تعلقات میں خدمت و قدر دانی کا چکر اسی پر قائم ہے۔

تفاعل کیسے رویوں اور تعلقات کو تشکیل دیتا ہے

سب سے پہلے تفاعل شخصیت کی تشکیل کرتا ہے۔ بچہ والدین، اساتذہ اور دوستوں کے ساتھ تفاعل ہی سے زبان، اخلاق اور اقدار سیکھتا ہے۔ کولے کے نظریہ آئینہ ذات کے مطابق ہم خود کو دوسروں کے ردعمل کی روشنی میں پہچانتے ہیں، اور میڈ (Mead) کے مطابق بچہ کردار ادا کرتے ہوئے دوسروں کے نقطہ نظر کو سمجھنا سیکھتا ہے۔ یوں خود شناسی بھی تفاعل ہی کی پیداوار ہے۔ دوسرے، تفاعل رویوں کو ایک خاص سمت دیتا ہے: تعاون پر مبنی تفاعل ایثار، ہمدردی اور قربانی جیسے رویے پیدا کرتا ہے، جبکہ مسلسل تصادم بداعتمادی اور دشمنی کو فروغ دیتا ہے۔

تعلقات کی نوعیت بھی تفاعل کے انداز پر منحصر ہے۔ بار بار کا مثبت تفاعل تعلقات کو گہرا اور پائیدار بناتا ہے، جبکہ منفی تجربات فاصلے پیدا کرتے ہیں۔ اداروں کی سطح پر استاد و شاگرد، ڈاکٹر و مریض اور افسر و ماتحت کے تعلقات طے شدہ اصولوں کے تحت چلتے ہیں جو تفاعل کو پیش گوئی کے قابل اور منظم بناتے ہیں۔ جدید دور میں سوشل میڈیا نے تفاعل کی رفتار اور دائرہ تو بڑھا دیا ہے، مگر آمنے سامنے کے تفاعل کی گرمی اور گہرائی کم کر دی ہے، جس کے شخصیت اور خاندانی تعلقات پر اثرات اب تحقیق کا اہم موضوع ہیں۔

نتیجہ

خلاصہ یہ کہ معاشرتی تفاعل تعاون، مقابلہ، تصادم، مفاہمت، امتزاج اور تبادلے جیسے متنوع انداز میں ظاہر ہوتا ہے اور یہی انداز معاشرے کو کبھی متحد اور کبھی منقسم کرتے ہیں۔ انسان کا رویہ، اس کی شخصیت، اس کے تعلقات اور اس کی سماجی حیثیت — سب تفاعل کے انہی نمونوں سے بنتے ہیں۔ جو معاشرہ اپنے ارکان میں تعاون اور مفاہمت کے

انداز کو فروغ دیتا ہے وہ پر امن اور ترقی یافتہ بنتا ہے، اور جس میں تصادم غالب آ جائے وہ انتشار کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس لیے سماجی زندگی کو بہتر بنانے کی کلید تفاعل کے مثبت انداز کو مضبوط کرنا ہے۔

سوال نمبر 4: معاشرتی منصب، کردار اور کردار کا تصادم (20 نمبر)

سوال نمبر 4: معاشرتی منصب (Status) اور کردار (Role) کے باہمی تعلق کو مثالوں کے ساتھ واضح کریں۔ کیا کردار میں تضاد (Role Conflict) پیدا ہو سکتا ہے؟

(20)

تعارف

ہر معاشرہ ایک منظم نظام ہوتا ہے جس میں ہر فرد کو کوئی نہ کوئی مقام حاصل ہوتا ہے اور اس مقام کے مطابق اس سے مخصوص رویے کی توقع کی جاتی ہے۔ عمرانیات میں مقام کو منصب (Status) اور اس سے وابستہ توقعات کے مطابق رویے کو کردار (Role) کہتے ہیں۔ یہ دونوں تصورات امریکی ماہر رالف لنٹن (Ralph Linton) نے 1936ء میں باقاعدہ پیش کیے۔ استاد ہونا ایک منصب ہے اور پڑھانا، شاگردوں کی رہنمائی کرنا اس کا کردار ہے۔ اگر یہ دونوں نہ ہوں تو معاشرہ بے ترتیبی کا شکار ہو جائے، کیونکہ کسی کو معلوم نہ ہو کہ کس سے کیا توقع رکھی جائے۔

اس جواب میں منصب اور کردار کی تعریفیں، ان کی اقسام اور آپسی تعلق مثالوں کے ساتھ بیان کیا جائے گا، اور پھر اس سوال پر روشنی ڈالی جائے گی کہ کیا ایک ہی فرد کے مختلف کرداروں میں تضاد پیدا ہو سکتا ہے، اس کی وجوہات کیا ہیں اور اس کے نتائج و حل کیا ہو سکتے ہیں۔

منصب کی تعریف اور اقسام

منصب سے مراد معاشرے میں فرد کی وہ حیثیت یا مقام ہے جو سماجی درجہ بندی میں اسے حاصل ہوتا ہے۔ یہ مقام حقوق اور فرائض کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے اور دوسرے لوگ اسی کی بنیاد پر فرد سے سلوک کرتے ہیں۔ منصب کی دو بڑی اقسام ہیں: تفویضی منصب (Ascribed Status) جو پیدائش سے ملتا ہے، جیسے جنس، عمر، خاندان، ذات اور شہریت؛ اور اکتسابی منصب (Achieved Status) جو فرد اپنی محنت، تعلیم اور قابلیت سے حاصل کرتا ہے، جیسے ڈاکٹر، پروفیسر، انجینئر یا منتخب نمائندہ بننا۔ جدید کھلے معاشروں میں اکتسابی منصب کی اہمیت بڑھتی جا رہی ہے۔

ایک فرد بیک وقت کئی مناصب رکھتا ہے: ایک ہی شخص بیٹا بھی ہے، باپ بھی، استاد بھی، شہری بھی اور کرکٹ ٹیم کا کپتان بھی۔ ان سب مناصب کے مجموعے کو منصب مجموعہ (Status Set) کہتے ہیں۔ ان میں سے جو منصب فرد کی شناخت پر سب سے زیادہ غالب ہو اسے مرکزی منصب (Master Status) کہتے ہیں؛ مثلاً ایک مشہور کھلاڑی یا اعلیٰ عہدے دار کی اصل پہچان اسی منصب سے ہوتی ہے، خواہ اس کے پاس اور مناصب بھی ہوں۔

کردار کی تعریف اور خصوصیات

کردار منصب کا متحرک اور عملی پہلو ہے۔ لنٹن کے الفاظ میں جب فرد اپنے منصب سے وابستہ حقوق و فرائض کو عملاً اختیار کرتا ہے تو وہ کردار ادا کر رہا ہوتا ہے۔ معاشرہ ہر منصب کے لیے توقعات مقرر کرتا ہے جنہیں کردار توقعات (Role Expectations) کہتے ہیں: استاد سے توقع ہے کہ وہ وقت پر آئے، انصاف سے نمبر دے اور شاگردوں کی تربیت کرے۔ فرد ان توقعات کو جس انداز سے پورا کرتا ہے وہ اس کی کردار کارکردگی (Role Performance) ہے، جو ہر فرد کے مزاج اور صلاحیت کے مطابق مختلف ہو سکتی ہے۔

جدول 1: منصب اور کردار کا باہمی تعلق

منصب	کردار (متوقع رویے)	مثال

استاد	پڑھانا، رہنمائی، منصفانہ جائزہ	استاد وقت پر کلاس لیتا اور شاگردوں کی مدد کرتا ہے
والد	کفالت، تربیت، حفاظت	باپ بچوں کے اخراجات اور تربیت کا انتظام کرتا ہے
ڈاکٹر	علاج، ہمدردی، رازداری	ڈاکٹر مریض کا علاج کرتا اور اس کا راز رکھتا ہے
شہری	قانون کی پابندی، فریضہ شناسی	شہری ٹیکس دیتا اور ووٹ ڈالتا ہے

منصب اور کردار کا تعلق سکے کے دو رخ جیسا ہے: منصب کے بغیر کردار کا تصور نہیں اور کردار کے بغیر منصب بے معنی ہے۔ منصب جامد مقام ہے اور کردار اس کا عملی رویہ۔ یہی تعلق معاشرے کو پیش بینی کے قابل بناتا ہے — ہم جانتے ہیں کہ بس ڈرائیور، دکاندار یا جج سے کس رویے کی توقع رکھنی ہے، اسی لیے روزمرہ زندگی آسانی سے چلتی ہے۔

کردار کا تصادم: مفہوم اور وجوہات

جی ہاں، کردار میں تضاد یقینی طور پر پیدا ہو سکتا ہے۔ جب ایک فرد پر اس کے دو یا زیادہ مناصب کی توقعات ایک ہی وقت میں اس طرح لاگو ہوں کہ ایک کو پورا کرنے سے دوسرا متاثر ہو تو اسے کرداروں کا تصادم (Role Conflict) کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک پولیس افسر کے سامنے اس کا اپنا رشتہ دار ملزم بن کر آئے تو باپ یا بھائی ہونے کا کردار اور افسر ہونے کا کردار آپس میں ٹکراتا ہے۔ ایک ورکنگ خاتون کے لیے دفتر کی ذمہ داریاں اور بچوں کی دیکھ بھال بیک وقت پوری کرنا بھی اسی تصادم کی عام مثال ہے۔ اسی طرح طالب علم ملازم کو امتحان اور ڈیوٹی کے درمیان یہی کیفیت درپیش ہوتی ہے۔

اس سے ملتا جلتا مگر قدرے مختلف مسئلہ کردار کا دباؤ (Strain Role) ہے، جس میں تصادم ایک ہی منصب کی مختلف توقعات کے درمیان ہوتا ہے؛ جیسے استاد سے توقع ہے کہ وہ سخت بھی ہو اور شفیق بھی، نصاب بھی مکمل کرے اور ہر بچے کو انفرادی وقت بھی دے۔ کردار کے تصادم کی وجوہات میں مناصب کی کثرت، توقعات کی ابہام پذیری، وقت اور وسائل کی کمی اور اقدار کی باہمی مخالفت شامل ہیں۔ جدید معاشرے میں جوں جوں فرد کے مناصب بڑھتے جا رہے ہیں، یہ مسئلہ بھی شدید ہوتا جا رہا ہے۔

کردار کے تصادم کے نتائج اور حل

کردار کے تصادم کے نتائج فرد اور معاشرے دونوں کے لیے نقصان دہ ہو سکتے ہیں۔ فرد ذہنی تناؤ، بے چینی، تھکاوٹ اور فیصلہ نہ کر سکنے کی کیفیت کا شکار ہوتا ہے؛ کارکردگی گرتی ہے اور اہلِ خانہ و ساتھیوں کے ساتھ تعلقات کشیدہ ہو جاتے ہیں۔ شدید صورت میں فرد کسی ایک کردار سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے، جیسے ملازمت چھوڑ دینا یا خاندانی ذمہ داریوں سے غفلت۔ ادارے کی سطح پر بھی جب اہلکار متضاد توقعات کا شکار ہوتے ہیں تو خدمات کا معیار متاثر ہوتا ہے۔

اس کے حل کے کئی طریقے ہیں: توقعات کی واضح تعریف اور تحریری قواعد سے ابہام ختم کرنا؛ ترجیحات کا تعین، یعنی نازک موقع پر زیادہ اہم ذمہ داری کو مقدم رکھنا؛ کام کی تقسیم اور ساتھیوں سے مدد لینا؛ اداروں کی طرف سے لچکدار اوقات اور سہولتوں کی فراہمی؛ اور سب سے بڑھ کر فرد کی اپنی اخلاقی تربیت، جو اسے مفاد اور فرض کے تصادم میں درست راستہ چننے کی ہمت دیتی ہے۔ بعض صورتوں میں فرد عارضی طور پر ایک کردار سے الگ تھلگ رہ کر (anc ngRol : Dist) بھی توازن قائم رکھتا ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ کہ منصب اور کردار سماجی نظام کی بنیادی اکائیاں ہیں: منصب فرد کا مقام ہے اور کردار اس مقام کا عملی رویہ، دونوں ایک دوسرے کے بغیر ادھورے ہیں۔ انہی کی بدولت معاشرے میں توقعات واضح، رویے منظم اور تعلقات قابلِ پیش بینی ہوتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی حقیقت ہے کہ متعدد مناصب رکھنے والے جدید انسان کو کرداروں کے تصادم کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جو ذہنی دباؤ اور کارکردگی کی کمی کا باعث بنتا ہے۔ واضح توقعات، ترجیحات کے درست تعین، ادارہ جاتی سہولتوں اور اخلاقی شعور کے ذریعے اس تصادم کو کم کیا جا سکتا ہے اور فرد و معاشرہ دونوں کی صحت مند کارکردگی برقرار رکھی جا سکتی ہے۔

سوال نمبر 5: مختصر نوٹ (10 + 10 نمبر)

سوال نمبر 5: مندرجہ ذیل پر مختصر نوٹ تحریر کریں: 1۔ معاشرتی اداروں کی اہمیت (10) 2۔ معاشرتی اور غیر معاشرتی رویوں میں فرق (10)

نوٹ 1: معاشرتی اداروں کی اہمیت

معاشرتی ادارے (Social Institutions) سے مراد وہ مستحکم اور منظم نظام ہیں جو انسان کی بنیادی ضروریات پوری کرنے کے لیے وجود میں آتے ہیں — خاندان، تعلیم، مذہب، معیشت اور ریاست اس کی نمایاں مثالیں ہیں۔ ادارہ کسی عمارت کا نام نہیں بلکہ قواعد، اقدار اور کرداروں کا ایسا مجموعہ ہیں جو نسل در نسل چلتا ہے۔ ان کی سب سے بڑی اہمیت یہ ہے کہ یہ انسانی رویے کو منظم اور قابلِ پیش بینی بناتے ہیں؛ فرد کو ہر مسئلے کا حل نئے سرے سے نہیں سوچنا پڑتا، ادارے اسے تیار راستہ فراہم کرتے ہیں۔ والدین بچوں کی پرورش خاندان کے قائم شدہ اصولوں کے مطابق کرتے ہیں اور اساتذہ نصاب و نظام کے تحت پڑھاتے ہیں۔

ادارے انسانی ضروریات کی تسکین کا ذریعہ ہیں: خاندان نسلِ انسانی کی بقا اور بچوں کی پرورش کرتا ہے، تعلیمی ادارے علم و ہنر منتقل کرتے ہیں، معاشی ادارے روزی روٹی کا انتظام کرتے ہیں، مذہبی ادارے روحانی سکون اور اخلاقی رہنمائی دیتے ہیں اور ریاست نظم و امن قائم رکھتی ہے۔ اس کے علاوہ ادارے ثقافت کو محفوظ کر کے اگلی نسلوں تک پہنچاتے ہیں، سماجی کنٹرول کے ذریعے بگاڑ کو روکتے ہیں اور افراد کو منصب و کردار عطا کر کے انہیں شناخت دیتے ہیں۔ جب ادارے کمزور پڑ جائیں تو معاشرے میں انتشار، جرائم اور بے یقینی پھیل جاتی ہے؛ یہی وجہ ہے کہ مضبوط ادارے کسی بھی قوم کی ترقی اور استحکام کی بنیاد سمجھے جاتے ہیں۔

اداروں کی اہمیت کا ایک اور پہلو ان کا سماجی ربط پیدا کرنا ہے۔ ادارے فرد کو تنہائی سے نکال کر اجتماعی زندگی سے جوڑتے ہیں: اسکول میں بچہ صرف علم نہیں سیکھتا بلکہ دوستی، تعاون اور شہری ذمہ داری بھی سیکھتا ہے؛ مسجد اور مذہبی اجتماع فرد کو اپنی برادری سے وابستہ کرتے ہیں؛ اور پیشہ ورانہ تنظیمیں مزدوروں و تاجروں کو اجتماعی آواز دیتی ہیں۔ اس کے ساتھ ادارے فرد کے لیے زندگی کے مراحل بھی متعین کرتے ہیں — پیدائش کا اندراج، تعلیم، شادی، روزگار اور ریٹائرمنٹ — یوں پوری زندگی ایک باقاعدہ ڈھانچے میں چلتی ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ادارے جامد نہیں ہوتے؛ جب ضروریات بدلتی ہیں تو ادارے بھی خود کو ڈھالتے ہیں، جیسے دورِ حاضر میں آن لائن تعلیم اور ڈیجیٹل بینکاری نے پرانے اداروں کو نئی صورت دے دی ہے۔ جو ادارہ تبدیلی کو قبول نہ کرے وہ رفتہ رفتہ اپنا فعل کھو بیٹھتا ہے اور معاشرہ اس کا متبادل ڈھونڈ لیتا ہے۔ اس لیے اداروں کی اہمیت کو سمجھنے کے ساتھ ان کی مسلسل اصلاح بھی اتنی ہی ضروری ہے تاکہ وہ انسانی بھلائی کے اصل مقصد سے جڑے رہیں۔

نوٹ 2: معاشرتی اور غیر معاشرتی رویوں میں فرق

معاشرتی رویہ (Social Behaviour) وہ عمل ہے جو دوسروں کو مدِ نظر رکھ کر اور سماجی توقعات کے مطابق کیا جائے؛ اس میں دوسروں کی موجودگی، رابطہ یا ردِ عمل شامل ہوتا ہے۔ سلام کرنا، مل کر کام کرنا، قانون کی پابندی، دوسروں کی مدد اور جلسے سے خطاب — یہ سب معاشرتی رویے ہیں، کیونکہ ان کا مطلب ہی دوسروں کے تناظر میں بنتا ہے۔ ایسے رویے معیارات، اقدار اور آداب کے تابع ہوتے ہیں اور معاشرہ ان پر انعام و سزا کے ذریعے نظر رکھتا ہے۔ معاشرتی رویہ ہی سے تعلقات بنتے ہیں اور سماجی نظام قائم رہتا ہے۔

اس کے برعکس غیر معاشرتی رویہ (Non-social Behaviour) وہ عمل ہے جو دوسروں سے تعلق کے بغیر، خالصتاً انفرادی یا حیاتیاتی بنیاد پر ہو؛ جیسے نیند، بھوک میں کھانا تلاش کرنا، درد پر کراہنا یا تنہائی میں سوچنا۔ ایسے افعال کسی سماجی توقع کے تابع نہیں ہوتے اور ان سے براہِ راست کوئی سماجی تعلق نہیں بنتا۔ البتہ واضح رہے کہ یہ حد مطلق نہیں: کھانا حیاتیاتی عمل ہے مگر دعوت میں کھانا معاشرتی بن جاتا ہے؛ اسی طرح کچھ رویے سماج دشمن (Anti-social) ہوتے ہیں جیسے چوری اور تشدد، جو غیر معاشرتی سے مختلف ہیں کیونکہ وہ معاشرے کے خلاف کیے جاتے ہیں۔ یوں رویے کی درجہ بندی اس کے سماجی تناظر سے طے ہوتی ہے۔

جدول 1: معاشرتی اور غیر معاشرتی رویے میں فرق

پہلو	معاشرتی رویہ	غیر معاشرتی رویہ
بنیاد	دوسروں کی موجودگی و توقعات	انفرادی / حیاتیاتی ضرورت
مثالیں	سلام، تعاون، خطاب، قانون کی پابندی	نیند، بھوک پر کراہنا، تنہا سوچ
ضابطہ	معیار، اقدار اور آداب کے تابع	سماجی ضابطے سے آزاد
نتیجہ	تعلقات اور سماجی نظام کی تشکیل	براہِ راست کوئی تعلق نہیں بنتا

ان دونوں رویوں کا فرق سمجھانے کے لیے یہ مثال مفید ہے کہ سانس لینا، دل کی دھڑکن یا نیند آنا جسمانی اعمال ہیں جن میں کسی سماجی تعلق کا دخل نہیں، اس لیے یہ غیر معاشرتی ہیں۔ اس کے برعکس کھانا کھلانا، دعوت دینا، کسی کی عیادت کرنا یا ہجوم کو خطاب کرنا معاشرتی رویے ہیں، کیونکہ ان کی غرض و معنویت ہی دوسرے انسان ہیں۔ بعض رویے دونوں خانوں کے درمیان بھی آتے ہیں؛ مثلاً لکھنا بذاتِ خود انفرادی عمل ہے مگر جب وہ دوسروں کے پڑھنے کے لیے ہو تو معاشرتی بن جاتا ہے۔ اسی طرح نماز انفرادی عبادت بھی ہے اور جماعت کی صورت میں معاشرتی عمل بھی۔ اس فرق کی اہمیت یہ ہے کہ عمرانیات کا اصل میدان معاشرتی رویہ ہے، کیونکہ معاشرہ اسی سے بنتا ہے؛ البتہ اچھا محقق یہ بھی دیکھتا ہے کہ غیر معاشرتی جبلتیں اور ضروریات معاشرتی رویوں کو کس طرح پس منظر میں متاثر کرتی ہیں، کیونکہ بھوک، حفاظت اور محبت جیسی بنیادی محرکات ہی بہت سے سماجی اداروں کی بنیاد ہیں۔

نتیجہ

خلاصے کے طور پر کہا جا سکتا ہے کہ معاشرتی ادارے انسانی زندگی کا ڈھانچہ فراہم کرتے ہیں اور معاشرتی رویے اسی ڈھانچے کے اندر ادا کیے جانے والے اعمال ہیں، جبکہ غیر معاشرتی رویے سماجی تناظر سے کٹے ہوئے انفرادی یا حیاتیاتی افعال ہیں۔ انسان کی اصل زندگی ان دونوں کے توازن میں گزرتی ہے، لیکن اس کی شناخت، ترقی اور سکون کا دارومدار زیادہ تر اس کے معاشرتی رویوں اور ان اداروں پر ہے جو ان رویوں کو سمت عطا کرتے ہیں۔